19

(1) اساتذہ بچوں کو اخلاقِ فاضلہ سکھائیں
(2) غلط افواہوں سے پیدا ہونیوالی بے چینی و اضطراب کا صحیح علاج
(3) قادیان کے غیر احمدی و غیر مسلم ہماری امانتیں ہیں ہم اپنے عزیزوں سے بڑھ کر اُن کی حفاظت کریں گے

(فرمودہ 23 مئی 1947ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"کوئی سال بھر کا عرصہ ہوا کہ مَیں نے مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے اساتذہ کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ بچوں کو آدابِ اسلامی سکھایا کریں۔ اُس وقت مَیں نے خصوصیت کے ساتھ اِس طرف توجہ دلائی تھی کہ اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو مساجد اور نماز کے آداب سکھائیں کیونکہ مَیں نے دیکھا کہ جب مَیں اس رستہ سے جو میرے گزرنے کے لئے بنایا جاتا ہے گزر کر آگے آتا تو بچے پیچھے سے دوڑ کر آگے آنے کی کوشش کرتے اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے اور کُہنیاں مارتے۔ مَیں نے اُس وقت سمجھایا تھا کہ یہ بات نماز کے وقار کے خلاف ہے۔ اور چونکہ نئے نئے لڑکے آتے رہتے ہیں اِس لئے اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ لڑکوں کو بار بار توجہ

دلاتے رہیں۔لیکن مجھے افسوس ہے کہ اساتذہ ایک سال کے اندر ہی میری اس ہدایت کو بھول گئے۔ اور اب پھر مَیں دیکھتا ہوں کہ لڑکے ایک دوسرے کو کُہنیاں مارتے اور دھکّے دیتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔گویا اُن کو یہ سمجھایا ہی نہیں گیا کہ نماز کی کیا عظمت اور حقیقت ہوتی ہے۔وہ مسجد میں آ کر بھی یہی سمجھتے ہیں گویا وہ کبڈی کے میدان میں کھڑے ہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَ لَوْ کَانَ نَبِیًّا بچہ بچہ ہی ہے خواہ بعد میں وہ نبی ہی کیوں نہ بن جانے والا ہو۔اُسے بہر حال وعظ و نصیحت کرنی ہی پڑتی ہے۔اگر ایک زندہ قوم کے اساتذہ کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک سال کے اندر اندر اپنی ذمہ داریاں بھول جاتے ہیں۔ اپنے خلیفہ اور امام کی موجودگی میں کَمَا حَقُّهٗ اپنے فرائض ادا نہیں کرتے تو اُن مسلمانوں کا کیا قصور ہے جو تیرہ سو سال سے خلافت کے نور سے محروم چلے آ رہے ہیں۔ہماری جماعت کے لوگ زبان سے تو اُن پر طعن کرتے ہیں لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہم اُن سے اچھے حال میں ہوتے ہوئے اور ایک خلیفہ اور امام کی موجودگی میں بعض دفعہ ان سے زیادہ غفلت اور کوتاہی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اگر اساتذہ ہی اِن ہدایات کو بھول جاتے ہیں تو طالب علم تو مجبور ہیں۔

پس اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ بچوں کا اخلاقِ فاضلہ سکھائیں۔اُنہیں مساجد کے آداب بتائیں۔ انہیں کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے اور بڑوں سے ملنے کے آداب سکھائیں۔مگر جب اساتذہ خود ہی اِن باتوں کو نوٹ نہیں کرتے تو وہ طلباء کو کیسے تکرار کے ساتھ یہ باتیں بتا سکتے ہیں۔ اگر بچوں کے سامنے بار بار اِن باتوں کو بیان کیا جائے تو وہ اُن کے ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔اور وہ آئندہ ایسی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن جب خود اساتذہ ہی ''کندۂ ناتراش''1 ہوں تو طلباء کو وہ کیا سکھا سکتے ہیں۔ان کے نزدیک علم صرف یہی ہے کہ ہمالیہ کی چوٹی اتنی اونچی ہے۔ گویا وہ ان کو یہ تو بتانا چاہتے ہیں کہ ہمالیہ کی چوٹی کتنی بلند ہے مگر یہ بتانا نہیں چاہتے کہ اُن کی روح کس طرح بلند ہو سکتی ہے اور وہ کس طرح مہذّب بن سکتے ہیں۔وہ علم صرف یہی سمجھتے ہیں کہ ''اَٹّھو اَٹّھے چونٹھ'' اور ''نو نایاں اِکاسی'' انہیں بتا دیا جائے۔حالانکہ اصل علم وہ ہے جس سے انسانی روح اور دماغ ترقی کرتا ہے اور یہی علم سب سے افضل ہوتا ہے۔

اس کے بعد مَیں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ملک کے حالات نہایت

سرعت کے ساتھ متغیر ہو رہے ہیں۔ گورنمنٹ نے اعلانوں اور خبروں کی اشاعت پر پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں لیکن لوگ آنکھوں دیکھی باتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور پھر جھوٹی افواہیں تو ملک کے امن کے لئے اَور بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ میرے نزدیک بجائے اس کے کہ گورنمنٹ اخباروں پر خبروں کی اشاعت کے متعلق کوئی پابندیاں عائد کرے اُسے چاہیئے کہ وہ ایسے موقع پر عملہ کو زیادہ بڑھا دے اور اخباروں میں جو جھوٹی خبریں شائع ہوں وہ عملہ ان جھوٹی خبروں کی تردید کرتا رہے۔ اب یہ حالت ہے کہ اخباروں میں تو خبریں شائع نہیں ہوتیں لیکن زبانی طور پر مختلف قسم کی خبریں لوگوں میں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور بعض دفعہ تو حیرت آتی ہے کہ لوگ کس طرح ان کو سچا سمجھ لیتے ہیں۔ بعض افواہیں مجھ تک بھی پہنچی ہیں جن کو سنتے ہی مجھے کہنا پڑا کہ یہ کبھی سچی نہیں ہوسکتیں۔ لیکن بہرحال ان افواہوں کا جو بد اثر ہے اُس کو دبایا نہیں جا سکتا۔ حکومت طاقت کے ساتھ اخباروں پر تو پابندیاں عائد کرسکتی ہے لیکن دماغوں میں صفائی پیدا نہیں کرسکتی۔ اس کا آسان طریق یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ خبروں پر کسی قسم کی پابندی عائد کی جاتی اخبارات کو خبریں شائع کرنے کی عام اجازت دے دی جاتی۔ اور پھر جو خبر جھوٹی ہوتی بعد میں اسکی تردید شائع کرا دی جاتی۔ یا اس کا ایک طریق یہ تھا کہ گورنمنٹ خود سچی خبروں کو شائع کرا دیتی اور کہہ دیتی کہ یہی خبریں ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی خبر نہیں۔ اس طرح گورنمنٹ بھی مجبور ہوتی کہ تمام سچی خبریں شائع کرتی کیونکہ اگر کوئی سچی خبر رہ جاتی تو گورنمنٹ جھوٹی ٹھہرتی۔ اس طرح بھی جھوٹی افواہوں پر کنٹرول ہوسکتا تھا۔ گورنمنٹ ہر روز یہ اعلان کر دیتی کہ آج فلاں محلّہ میں یہ واقعہ ہوا ہے اور فلاں میں یہ اس طرح تمام واقعات بیان کر دیئے جاتے اور کہہ دیا جاتا کہ اس کے سوا سب خبریں جھوٹی ہیں۔ اگر اس طرح کیا جاتا تب بھی لوگ مطمئن ہو جاتے اور سمجھ لیتے کہ اگر کوئی اَور سچی خبر ہوتی تو گورنمنٹ اسے کیوں نہ بیان کرتی۔ اور اگر پہلے کی طرح ہی اخباروں میں واقعات چھپتے رہتے تو پھر بھی نقص واقع نہ ہوتا۔ کیونکہ جو بات مسلمانوں کی طرف جھوٹی منسوب کی جاتی مسلمان اس کی تردید کر دیتے اور جو بات ہندوؤں کی طرف جھوٹی منسوب کی جاتی ہندو اُسکی تردید کر دیتے۔ اور یا پھر تیسرا طریق یہ تھا کہ واقعات اور خبریں تو حسبِ سابق اخبارات میں شائع ہوتی رہتیں مگر ہندو اور مسلمان اخبارات کے متضاد بیانات کی

صورت میں جو بھی سچا واقعہ ہوتا گورنمنٹ اسکی تصدیق کر دیتی۔ اور اگر دونوں کی باتیں غلط ہوتیں تو گورنمنٹ دونوں کی تردید کر دیتی۔ اِس طریق سے یقیناً افواہیں اپنا بداثر نہ پھیلا سکتیں۔ لوگوں تک خبریں نہ پہنچنے دینا ناممکن بات ہے۔ اور کوئی گورنمنٹ خبروں کو روک نہیں سکتی۔ اس میں صرف اخبارات کی ہی شرط نہیں زبانی طور پر ہر لفظ جو کسی واقعہ کے متعلق دوسرے کے سامنے بیان کیا جاتا ہے دوسرا شخص اس سے ایک نتیجہ اخذ کرتا اور اسے آگے بیان کرتا ہے۔ اس سے سننے والا اَور آگے بیان کرتا ہے۔ اور اس طرح نہایت سرعت کے ساتھ خبریں تمام ملک میں پھیل جاتی ہیں۔ گورنمنٹ اخباروں پر تو پابندیاں عائد کر سکتی ہے لیکن ان زبانی خبروں کو نہیں روک سکتی۔ اور ان الفاظ کو نہیں روک سکتی جو زبانوں کے ذریعہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ جمہوری حکومتوں کا یہ طریق ہے کہ وہ ایسی خبروں کو نہیں روکتیں بلکہ جو خبر غلط ہوتی ہے اسکی تردید کر دیتی ہیں۔ اور اصل مصلحت بھی اِسی بات میں ہوتی ہے کہ گورنمنٹ اخبار والوں سے کہہ دے کہ جو مرضی ہے شائع کر و لیکن اگر جھوٹی خبر شائع کی تو ہم تمہیں سزا دیں گے۔ چنانچہ جب کسی کے متعلق معلوم ہو کہ اس نے جھوٹی خبر شائع کی ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ اس نے یہ جھوٹی خبر کیوں شائع کی ہے؟ اور جب ثابت ہو جائے کہ واقع میں اس نے جھوٹی خبر شائع کی ہے تو اسے سزا دی جائے۔ سزا کے لئے یہ ضروری نہیں کہ چھ ماہ یا سال یا دو سال کی قید ہی ہو بلکہ قید کی سزا دینے میں یہ نقص ہوتا ہے کہ اس طرح سزا بھگتنے سے ایک شخص قوم کا لیڈر اور سردار بن جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس نے قوم کی خاطر قید کاٹی۔ میرے نزدیک ایسے اخبار کے لئے صرف یہی سزا کافی ہے کہ اس کے متعلق عدالت یہ فیصلہ کر دے کہ اس نے فلاں جھوٹ بولا اور پھر اس اخبار والے کو مجبور کیا جائے کہ تم اپنے اخبار میں یہ شائع کرو کہ مَیں نے فلاں معاملہ میں جھوٹ بولا تھا۔ اصل خبر یہ تھی۔ پس میرے نزدیک اخبارات کو پورا موقع دینا چاہیئے کہ وہ خبروں کو شائع کریں۔ جب لوگوں کے پاس ساری خبریں پہنچ جائیں گی تو جھوٹی افواہیں فساد نہیں پھیلا سکیں گی۔ سننے والے کہہ دیں گے کہ اگر ایسا ہوتا تو اخبارات میں یہ خبر کیوں شائع نہ ہوتی۔ اب چونکہ گورنمنٹ نے خبروں کے شائع کرنے سے روکا ہوا ہے اس لئے جب کوئی افواہ پھیلتی ہے تو لوگ فوراً اس کو قبول کر لیتے ہیں اور جھوٹ سچ بن جاتا ہے۔ اگر خبریں شائع

کرنے کی اجازت ہو تو ہر افواہ جھوٹی ثابت کی جا سکتی ہے۔ فرض کرو ایک افواہ ہندوؤں کے خلاف مشہور کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا کیا تو سننے والا فوراً کہہ سکتا ہے کہ ہندو اخبارات کے متعلق تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شائد انہوں نے یہ خبر اِس لئے شائع نہ کی ہو کہ یہ خبر اُن کی قوم کے خلاف تھی لیکن مسلمان اخبارات نے اُسے کیوں شائع نہیں کیا۔ یا اگر مشہور ہوتا کہ فلاں جگہ مسلمانوں نے ایسا کیا ہے تو ایک سننے والا کہہ سکتا ہے کہ مسلمان اخبارات نے تو شاید اپنی قوم کی حمایت کی وجہ سے اس خبر کو شائع نہ کیا ہو۔ لیکن اگر یہ خبر درست ہوتی تو ہندو اخبارات کیوں خاموش رہتے۔ ان کا خاموش رہنا بتاتا ہے کہ یہ خبر ہی غلط ہے۔ پس گورنمنٹ کو اخبارات پر پابندی نہیں لگانی چاہیئے۔ اسی طریق کو اختیار کرنے سے افواہوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ معلوم نہیں گورنمنٹ نے کس مصلحت کے ماتحت اخباروں پر پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔ حالانکہ اِن پابندیوں کے نتیجہ میں ملک کی فضا میں بہت گھبراہٹ ہے اور تناؤ پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ میرے نزدیک حالات کو سُدھارنے کے لئے گورنمنٹ کو آئندہ کے لئے اخبارات کو خبریں شائع کرنے کی کھلی اجازت دے دینی چاہیئے۔ مگر ساتھ ہی یہ تنبیہہ کر دینی چاہیئے کہ اگر کوئی جھوٹی خبر شائع کی تو سزا ملے گی۔ اور جیسا کہ مَیں نے اوپر بیان کیا ہے سزا قید کی صورت میں نہ دی جائے بلکہ مجسٹریٹ یہ فیصلہ دے کہ اس اخبار نے فلاں فلاں جھوٹی خبر شائع کی ہے اِس لیے اس کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ پہلی خبروں کی تردید کرے اور جو اصل خبریں ہیں اُن کو درج کرے اور اخبار والے کو مجبور کیا جائے کہ وہ اِس فیصلہ کو شائع کرے۔ ذرا غور تو کرو کہ اِس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ ایک اخبار میں ہر صفحہ پر یہ لکھا ہوا ہو کہ فلاں مجسٹریٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اِس اخبار والے نے جھوٹ بولا اور پھر فلاں مجسٹریٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اِس اخبار والے نے جھوٹ بولا ہے۔ جو اخبار جھوٹ بولنے کے بعد ایسی تردیدیں شائع کرے گا وہ تو دو ماہ میں ہی لوگوں کی نظروں سے بالکل گر جائے گا اور اُس کی اشاعت بند ہو جائیگی۔ پس اصل طریق افواہوں اور جھوٹی خبروں کو روکنے کا یہی ہے جو مَیں نے بیان کیا ہے۔ لیکن گورنمنٹ نے غلط طریق اختیار کر کے ملک میں بے چینی کا رستہ کھول دیا ہے۔

اِسی سلسلہ میں مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جب ملک میں تناؤ موجود ہے تو ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنی حفاظت کا فکر کرے اور اپنے دشمنوں سے ہمیشہ ہوشیار رہے۔ اِسی حکمت کے

ماتحت قادیان میں امن کمیٹی بنائی گئی ہے جس میں غیر احمدیوں، ہندوؤں، سکھوں اور احمدیوں کے نمائندے شامل ہیں۔ اِسی قسم کی امن کمیٹیاں بعض دوسرے شہروں میں بھی بنائی گئی ہیں۔ امن کمیٹیاں اگر دیانتداری سے کام کریں تو اُن سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔لیکن ان امن کمیٹیوں کی وجہ سے ضروری نہیں کہ پورے طور پر امن قائم رہے۔ جب مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی کی اپیل سے بھی کھچاؤ اور تناؤ دُور نہیں ہوا اور عوام الناس ہندو اور مسلمان مسٹر گاندھی اور مسٹر جناح کی اپیل سے متاثر نہیں ہوئے تو ان پر ایک چودھری یا لالہ یا مولوی یا پادری کی بات کا کیا اثر ہوسکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک محدود حلقہ میں جہاں کسی بڑے لیڈر کا اثر نہیں ہوتا وہاں ان افراد کا ذاتی تعلقات اور رشتہ داری کی وجہ سے کچھ نہ کچھ اثر پڑ جاتا ہے۔لیکن یہ اثر بہت محدود ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ امن کمیٹیوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر قوم کے لوگ اپنے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں اور لڑائی جھگڑے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ پس اِس قسم کی کمیٹیوں سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے بشرطیکہ ان کے لئے کچھ اصول مقرر کر لئے جائیں۔اگر کچھ اصول مقرر کر لئے جائیں تو امن کمیٹیوں سے لوگوں کو ایک حد تک فائدہ پہنچ سکتا ہے۔لیکن ایسے خطرناک مواقع پر پورا کام صرف امن کمیٹیوں کے ذریعہ ہی نہیں ہوسکتا۔ گو جتنا بھی قوموں کا صلح کی طرف قدم اٹھے گا اتنا ہی اچھا ہوگا۔

یہاں قادیان میں جو امن کمیٹی بنی ہے اُس کے متعلق مجھے رپورٹ پہنچی ہے کہ کسی ہندو نے شکایت کی کہ مجھ سے ایک احمدی نے کہا کہ اگر دشمن حملہ کرے گا تو ہم ہندوؤں کو آگے کریں گے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے ہم سے دیانتداری کے ساتھ صلح کی ہے یا جھوٹی صلح کی ہے۔ ہندوؤں نے اس بات پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ لڑائی کے وقت ہم کو آگے رکھا جائیگا۔ حالانکہ ہم تو لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔مَیں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات کہی گئی ہے یا نہیں۔ کیونکہ میرے پاس کہنے والے کے متعلق صحیح معلومات نہیں پہنچیں اور نہ ہی مَیں باقاعدہ تحقیقات کر سکا ہوں۔مَیں نے نظارت امورِ عامہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ اسکی تحقیقات کر کے میرے پاس رپورٹ کرے۔لیکن مَیں فرض کر لیتا ہوں کہ ایسا کسی نے کہا ہے اور اِس بات کو فرض کرتے ہوئے مَیں اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیان کے امن کی ذمہ داری درحقیقت مجھ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ

قادیان کی 85 فیصدی آبادی احمدی ہے۔ یعنی انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر حکم میں میری اطاعت کریں گے۔ ان حالات میں قادیان کے امن کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اور مَیں ایک انسان ہوں غیب کا علم نہیں رکھتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ جماعت کا کوئی فرد کسی وقت اشتعال میں آ کر کوئی غلطی کر بیٹھے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو یہ اُس کا ذاتی فعل ہوگا جماعت اُس کے اِس فعل سے بیزار ہوگی۔ ہماری جماعت کی انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ قادیان میں مکمل طور پر امن رہے۔ لیکن اگر کوئی شخص میری ہدایات کے باوجود غلطی کرتا ہے تو یہ اُسکی جزوی اور انفرادی غلطی ہوگی۔ جماعت اُس سے بری الذمہ ہوگی۔ ہاں چونکہ مَیں امن کی تعلیم دیتا ہوں یہ نہیں ہوسکتا کہ جماعت کی اکثریت فساد میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جو باقی پندرہ فیصدی لوگ ہیں اُن کا بھی فرض ہے کہ وہ اردگرد کے لوگوں کو سمجھائیں کہ وہ فساد نہ کریں اور اگر اِن تمام باتوں کے باوجود خدانخواستہ باہر کے لوگ کوئی فساد کھڑا کر دیں تو اُس فساد کی ذمہ داری ہم پر نہیں بلکہ دوسروں پر ہوگی۔ جو شخص کسی کے منہ پر تھپڑ مارتا ہے وہ اِس کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کے منہ پر تھپڑ مارا جائے۔ مگر ظالم کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ایک طرف ظلم بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی وہ یہ توقع بھی رکھتا ہے کہ میرے منہ پر تھپڑ نہ مارا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا تو کرتے ہیں کہ وہ ہمیں فساد سے محفوظ رکھے۔ لیکن اگر خدانخواستہ فساد ہوگیا تو شرعاً اور اخلاقاً جماعت احمدیہ کا حق ہوگا کہ ظالم کے منہ پر اُسی طرح تھپڑ مارے جیسا کہ اُس نے مارا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مواقع پر ہم نے امن کو قائم رکھنے کے لئے بہت زیادہ نرمی اختیار کی ہے۔ احرار کی شورش کے ایام میں ہی مَیں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اُس کے باپ یا بھائی کو مارا جا رہا ہے تو بھی وہ چپ کر کے گزر جائے لیکن اسلامی قانون یہ تقاضا نہیں کرتا کہ ہر موقع پر تم ایک ہی طریق اختیار کرو اور نہ ہی اسلامی تمدن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر موقع پر خاموشی اختیار کی جائے۔ بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ مناسبِ حال جو موقع ہو ویسا کرو۔ پس میرا فرض ہے کہ مَیں قادیان میں امن قائم رکھوں۔ لیکن اگر دشمن کی طرف سے حملہ ہو اور جماعت اس کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اُس کا ذمہ دار دشمن ہوگا نہ جماعت احمدیہ۔ اور اس فساد کی ذمہ داری اُس پر ہوگی نہ کہ جماعت احمدیہ پر۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْبَادِیُٔ اَظْلَمُ ۔2 اصل ظالم وہ ہوتا ہے جو فساد کی ابتداء کرتا ہے۔ پس گو ہم کوشش کر

رہے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے صلح اور امن کو قائم رکھا جائے اور ہم اردگرد کے علاقہ میں بھی یہی کوشش کر رہے ہیں اور دور و نزدیک کے سب لوگوں کو سمجھا رہے ہیں کہ کوئی فریق ابتداء نہ کرے۔ لیکن اِس امر کو ہندو سکھ سب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر فساد ہوا تو صرف ہمارے لئے نہیں ہوگا بلکہ سب کے لئے ہوگا اور سب کو مل کر امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ لیکن اِن تمام کوششوں کے باوجود ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ فساد نہیں ہوگا اور ہماری کوششیں ضرور کامیاب ہونگی۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی جوشیلا فریق اشتعال میں آکر اخلاق اور روحانیت کا ظلم و استبداد کے استھان[3] پر چڑھاوا چڑھا دے۔ ایسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قادیان فساد کی لپیٹ میں آ جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ایسا وقت نہ آئے۔ لیکن اگر خدانخواستہ فساد ہو جائے تو مَیں قادیان کے ہر احمدی سے کہوں گا کہ بہادری اور جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے جان دے دو اور یہ ثابت کر دو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کی قربانی سب سے آسان قربانی ہے۔ ہم کسی سے لڑنے کی خواہش نہیں رکھتے اور نہ کبھی اس قسم کا خیال ہمارے دلوں میں آنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ۔[4] تم دشمن سے لڑائی کی خواہش ہی نہ کرو۔ اپنے خیالات امن اور صلح والے رکھو۔ کیونکہ جس شخص کے دل میں لڑائی کے خیالات موجزن ہوں گے وہ ذرا سی بات سے بھی بہت جلد مشتعل ہو جائے گا۔ اور جس شخص کے دل میں صلح وآشتی کے خیالات ہونگے وہ جلدی مشتعل نہیں ہوگا۔ یہ قدرت کا ایک قانون ہے کہ انسان اپنی حالت کو یکدم نہیں بدل سکتا۔ فرض کرو کوئی شخص قہقہہ مار کر ہنس رہا ہو اور اُسے یہ خبر دی جائے کہ تمہارا بیٹا مر گیا ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اُسی وقت یکدم رونا شروع کر دے بلکہ اُسکی ہنسی تھوڑی دیر میں رکے گی پھر وہ کچھ دیر کے بعد افسردہ ہوگا اور پھر آنسو بہانا شروع کر دے گا۔ اسی طرح جس شخص کے دل میں صلح وآشتی کے خیالات ہوں وہ یکدم مشتعل نہیں ہوسکتا۔ جب ریل اپنا کانٹا بدلتی ہے تو وہ بھی آہستہ ہو جاتی ہے اور سست رفتار ہو کر اُس جگہ سے گزرتی ہے۔ اگر وہ تیزی سے کانٹا بدلے تو اُس کے الٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی کے لئے یہ قانون بنایا ہے کہ وہ اپنی حالت کو آہستہ آہستہ بدلتی ہے۔ اگر فوراً حالت بدل جاتی تو ہسٹیریا یا جنون ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ پس جو دماغ پہلے سے

لڑائی کے خیالات میں منہمک ہوتا ہے وہ فوراً مشتعل ہو جاتا ہے۔ لیکن جس دماغ میں صلح اور امن کے خیالات ہوتے ہیں وہ کچھ دیر کے بعد مشتعل ہوتا ہے اور اتنی دیر میں مجرم کا جرم ثابت ہو جاتا ہے۔ پس مَیں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ فساد ہی سے نہ بچو بلکہ جھگڑے والے خیالات بھی اپنے دماغ میں پیدا نہ ہونے دو۔ لیکن ہماری تمام کوششوں کے باوجود جو ہم صلح اور امن کے قیام کے لئے کر رہے ہیں اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے جو فساد کی بنیاد رکھنے والا ہو تو یاد رکھو کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ یہ حرام اور ناجائز ہے کہ جرم کوئی کرے اور سزا کسی کو دی جائے۔ ہماری شریعت ہمیں یہی حکم دیتی ہے کہ جہاں تم رہتے ہو وہاں تم ایک دوسرے کے لئے امانت ہو۔ اِس لحاظ سے قادیان کے ہندو، سکھ اور غیر احمدی ہمارے لئے بمنزلہ امانت ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اُن کی حفاظت کریں۔ اور ہندو، سکھ اور احمدی غیر احمدیوں کے لئے بمنزلہ امانت ہیں اور اُن کا فرض ہے کہ اُن کی حفاظت کریں۔ اسی طرح جہاں ہندو یا سکھ زیادہ طاقتور ہیں اُن کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت کریں کیونکہ مسلمان ان کے پاس بطور امانت ہیں۔ اسلامی شریعت کے لحاظ سے ہر شریف انسان کا فرض ہے کہ وہ امانت کو دیانتداری سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ پس اگر خدانخواستہ قادیان خطرے میں پڑے تو مَیں قادیان کے ہندوؤں اور سکھوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان کی اپنے عزیزوں سے بڑھ کر حفاظت کریں گے اور اپنی طاقت کے مطابق ہر ممکن ذریعہ سے ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے۔ قادیان کے ہندو اور سکھ کم سے کم یہ تو ضرور جانتے ہیں کہ مَیں جھوٹ نہیں بولتا۔ گو منہ سے وہ ہمارے خلاف کہتے رہیں لیکن اندر سے اُن کے دِل یقیناً یہی گواہی دیتے ہوں گے کہ مَیں سچ بولنے والا ہوں کیونکہ میرا اس سے پہلے کا طریقِ عمل ان کے سامنے ہے۔ اس لحاظ سے مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے اس اعلان کو سُن کر وہ ضرور مطمئن ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو بات مَیں کہوں گا اس میں کسی قسم کا دھوکا نہیں ہوگا۔ پس مَیں اُنہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ نہیں کہ صرف کمینگی اور ذلت کا سلوک ان سے نہیں کیا جائے گا بلکہ خطرے کی صورت میں ہم اپنے عزیزوں سے بڑھ کر ان کی حفاظت کریں گے۔

لیکن ساتھ ہی مَیں یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ گھر کا ایک غدّار باہر کے ہزار دشمن سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ جب ہمارے پڑدادا کی سکھوں سے لڑائی ہوئی تو اُنہوں نے

ایک لمبے عرصے تک قادیان کے اردگرد محاصرہ رکھا لیکن اِس کے باوجود وہ قادیان کو فتح نہ کر سکے۔ آخر اُنہوں نے ایک ہندو پروہت کو جسے بدقسمتی سے ہمارے پڑدادا نے قلعہ کی کنجیاں سپرد کی ہوئی تھیں رشوت دے کر قلعہ کھلوا لیا اور اِس طرح اچانک سکھ اندر آ گئے۔ مَیں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اُس روز ہمارے خاندان کے ستّر نوجوان بستروں کے اندر ہی قتل کر دیئے گئے۔ پس اندر کا ایک غدّار باہر کے دس ہزار دشمن سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے ہم قادیان کے ہندوؤں اور سکھوں سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی جماعت باہر سے حملہ آور ہو تو دیانتداری کا تقاضا یہی ہے کہ تم غداری نہ کرو۔ اگر غدّاری کرو گے تو صرف ہماری جماعت کا ہی نقصان نہیں ہوگا بلکہ تمہارا بھی ساتھ ہی ہوگا۔ اور یہ جو کسی احمدی نے کہا ہے کہ لڑائی کی صورت میں ہم ہندوؤں کو آگے رکھیں گے یہ اُس کا ذاتی خیال ہے۔ ہندوؤں کے لڑائی میں شریک ہونے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہ ہندو لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور یا یہ کہ وہ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر وہ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تو اُن کو آگے کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اُن کو قتل کرانے کے لئے دوسروں کے سامنے پیش کریں۔ اور یہ ظلم کی بات ہے اور احمدیوں سے اِس قسم کے ظالمانہ سلوک کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ پس مَیں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ جس شخص نے ایسا کہا یہ اُس کا ذاتی خیال ہے۔ جماعت اُس کی اِس رائے سے اتفاق نہیں رکھتی۔

باقی رہا اپنے شہر کی حفاظت کرنا۔ سو اِس کے لئے کسی مسلمان یا ہندو یا سکھ کی تخصیص بے معنی بات ہے۔ اپنے شہر کی حفاظت کرنا ہر شہری کا فرض ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو۔ لیکن اِس کے باوجود اگر کوئی شخص قادیان کی حفاظت میں حصہ نہیں لینا چاہتا تو ہماری طرف سے اُسے کھلی اجازت ہوگی کہ وہ بے شک حصہ نہ لے۔ ہم صرف اِس بات کی اُس سے خواہش رکھیں گے کہ وہ بیرونی دشمن کی کسی رنگ میں مدد نہ کرے اور اگر فرض کیا جائے کہ اُن میں لڑنے کی طاقت تو ہے لیکن وہ لڑنا نہیں چاہتے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں تو گو ہم اُن کے متعلق یہ ضرور کہیں گے کہ انہوں نے شہری حقوق ادا نہیں کئے اور وہ اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے سے قاصر رہے وہ مجرم تو ضرور ہیں لیکن جماعت احمدیہ اپنے اعلیٰ اخلاق کے ماتحت ایسے لوگوں کو بھی مجبور نہ کرے گی۔ غرض اگر کوئی شخص لڑنے کی طاقت ہی نہیں

رکھتا یا کمزور دل ہے تو یہ بات اخلاق کے خلاف ہے کہ اُسے مجبور کر کے ساتھ شامل کیا جائے کیونکہ اُس کو مجبور کر کے ساتھ شامل کرنا اُسے قتل کرانے کے مترادف ہے اور عقل کے خلاف بھی ہے کیونکہ یہ شخص میدان سے بھاگے گا اور تمہاری صفوں میں رخنہ ڈال دے گا۔ اَور اگر اُس میں جرأت اور بہادری تو ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ مَیں تمہارے متعلق کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ اگر تم مارے جاتے ہو تو بے شک مارے جاؤ مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں تو ایسے شخص کو بھی لڑائی میں شامل کرنا عقل کے خلاف ہے۔ جس شخص کے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں اگر وہ مجبوراً لڑائی کے لئے نکلے گا بھی تو میدان سے بھاگ جائے گا اور زیادہ فتنہ کا موجب بنے گا۔ پس دونوں صورتوں میں کسی کو مجبور کرنا عقل کے خلاف ہے۔ جو شخص ایک مَن بوجھ اٹھا سکتا ہے اُسے دو مَن اٹھانے پر مجبور کرنا عقل کے خلاف ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاد کیلئے یہ کیسا سخت حکم تھا کہ جو مسلمان جہاد کیلئے نہ نکلیں وہ اسلام سے خارج ہیں لیکن اس حکم کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی دیکھتے تھے کہ کون جہاد کے قابل ہے اور کون نہیں۔ حسّان بن ثابتؓ کا دل کسی بیماری کی وجہ سے سخت کمزور ہو گیا تھا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کے لئے جاتے تو حسّان بن ثابتؓ کو عورتوں کے پاس چھوڑ جاتے۔ جنگ احزاب کے موقع پر دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مدینہ کے یہودی کفار کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں سے غدّاری کرتے ہوئے کفار کی مدد کرنے لگ گئے۔ یہودیوں میں سے ایک آدمی جاسوس کے طور پر یہ دیکھنے کے لئے آیا کہ مسلمان عورتیں اور بچے کہاں ہیں؟ جس مکان میں مسلمان عورتیں جمع تھیں وہ اُس میں جھانک کر دیکھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے اُس کو دیکھ لیا اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ جاسوسی کرنے کے لئے یہاں آیا ہے۔ جب اُس یہودی کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں مسلمان عورتیں اور بچے ہیں اور حسّان بن ثابت کے سوا یہاں کوئی مرد نہیں تو اُس نے واپس جانے کا ارادہ کیا تا کہ وہ یہود کو اطلاع دے اور وہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں۔ حضرت صفیہؓ سمجھ گئیں کہ یہ جاسوس ہے کیونکہ اِس سے قبل یہ خبریں آ رہی تھیں کہ یہودی کفار کے ساتھ مل گئے ہیں۔ حضرت صفیہؓ نے حضرت حسّانؓ بن ثابت کو کہا یہ شخص جاسوس ہے۔ تم آگے بڑھو اور اسے قتل کر دو کیونکہ اگر یہ واپس چلا گیا تو سب مسلمان عورتیں اور بچے مار دیئے جائیں گے۔ حضرت حسّانؓ بن ثابت نے

کہا اگر مَیں ایسا لڑنے والا ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہاں کیوں چھوڑ جاتے۔ حضرت صفیہؓ نے کہا اچھا تم بیٹھو اور تلوار مجھے دے دو۔ آپ نے تلوار لے کر اس پر حملہ کیا اور اسے زخمی کر کے گرا دیا۔5 جب وہ زخمی ہو کر گرا تو اُس کا کرتہ اُس کے منہ پر آ گیا اور وہ ننگا ہو گیا۔ یہودیوں میں اُس زمانہ میں رواج تھا کہ وہ ایک ہی لمبا سا کرتہ پہنتے تھے۔ بلکہ آجکل بھی گاؤں وغیرہ میں یہودی ایک ہی لمبا سا کُرتہ پہنتے ہیں۔ جب وہ ننگا ہو گیا تو حضرت صفیہؓ نے اپنا منہ ایک طرف کر لیا اور حضرت حسّانؓ سے کہا کہ تم اُس پر چادر ڈال دو پھر مَیں اُس سے ہتھیار چھین لونگی۔ حضرت حسّانؓ نے کہا بی بی! اگر اِس میں کچھ جان ہوئی تو پھر مَیں کیا کرونگا؟ آپ خود ہی کوئی تدبیر کریں۔ چنانچہ حضرت صفیہؓ نے ایک طرف منہ کر کے اُس پر کپڑا ڈال دیا اور اُس سے ہتھیار چھین لئے۔ اب دیکھو! حسّانؓ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ہم حسّان کو آگے کریں گے۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ جس شخص کا دل کمزور ہے وہ پیچھے رہے تو بہتر ہے۔ پس اگر خدانخواستہ ایسا موقع آ جائے تو احمدی ہندوؤں کی اپنے عزیزوں سے بڑھ کر حفاظت کریں گے۔ اور یہ فقرہ اگر کسی نے کہا ہے تو یہ اُس کی انفرادی غلطی ہے۔ ہمارا طریق یہی ہوگا کہ ہر وہ ہندو یا سکھ یا غیر احمدی جو حفاظتِ قادیان میں حصّہ نہیں لینا چاہتا ہم اُسے مجبور نہیں کرینگے کہ وہ اُس میں ضرور حصہ لے۔ یہ ہر ایک کی اپنی مرضی پر ہوگا کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے شہر کی حفاظت میں حصہ لے یا نہ لے۔ ویسے ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر شہر کو خدانخواستہ جلایا یا تباہ کیا گیا تو اُس میں ہندو، سکھ اور غیر احمدی بھی اپنی نسبت کے لحاظ سے نقصان میں شریک ہوں گے۔ اگر ان کی آبادی کم ہے تو ان کا نقصان بھی کم ہوگا۔ لیکن بہرحال وہ بھی نقصان میں ضرور حصہ دار ہوں گے۔ بہرحال ہماری طرف سے خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر احمدی اور غیر مسلم آبادی کے ساتھ شریفانہ معاملہ ہوگا۔ اور اگر کوئی احمدی غلطی سے کسی کو دُکھ دے گا تو ہم اسے سزا دیں گے کیونکہ کسی پر ظلم کرنا احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہے۔ بلکہ اسلام تو دوسری قوموں پر احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہماری انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ ہمارے پاس جو امانتیں ہیں وہ بالکل محفوظ رہیں۔ ہم ہندوؤں، سکھوں اور غیر احمدیوں کی یہ بھی شرافت سمجھیں گے کہ وہ اردگرد کے لوگوں کو سمجھائیں کہ وہ فساد نہ کریں۔ اور اگر وہ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم ازکم

روپیہ اور پراپیگنڈا کے ساتھ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ وہ اردگرد کے علاقہ میں یہ پراپیگنڈا کریں کہ ہمیں صلح کے ساتھ رہنے دیا جائے اور ہمارے علاقہ میں فساد برپا نہ کیا جائے اور اگر خدانخواستہ علاقہ میں فساد ہو جائے تو وہ بے شک اہنسا6 پر عمل کریں ہم اُنہیں لڑائی کے لئے مجبور نہیں کریں گے۔ صرف جس حد تک وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں اُسی حد تک مدد کرنے کی کوشش کریں۔ مثلاً وہ حفاظت کے لئے چندہ دے سکتے ہیں اور اردگرد کے علاقہ میں پراپیگنڈا کر سکتے ہیں کہ ہم لوگ بالکل بھائیوں کی طرح دن بسر کر رہے ہیں۔ ہمارے شہر کو فساد میں مبتلا نہ کیا جائے۔ اِسی طرح اور کئی ذرائع امداد کے ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اِس سے اُن کی دیانت داری ظاہر ہو جائے گی۔''

(الفضل 29رمئی 1947ء)

1: گُندہ ٔناتراش: (1) اَن گھڑی لکڑی (2) مجازاً: نالائق، احمق، بیوقوف، بے تمیز

2: تفسیر فتح القدیر جز ثالث صفحہ 450 مطبوعہ مصر 1350ھ میں اسے امثال العرب میں شامل کیا گیا ہے

3: استھان: (1) مزار، مندر، آستانہ (2) جگہ، مقام، مسکن

4: بخاری کتاب التمنی باب کراھیة تمنی لقاء العدو (الخ)

5: سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 239 مطبوعہ مصر 1936ء

6: اہنسا: ہندی لفظ۔ تشدد کے مقابلے میں عدم تشدد۔ ظلم کو برداشت کرنا اور قدرت کے باوجود جواب نہ دینا۔ (اردو لغت تاریخی اصولوں پر)